رضا علی عابدی، لندن

سرسیّد کے نام

آج بات ہے سرسیّد کے نام کی!

ان کا نام بھی عجیب قصہ ہے۔ اگر اُن کا نام سرسیّد نہ ہوتا تو وہ ہوتا: جو ادالدولہ عارف جنگ ڈاکٹر سرسیّد احمد خان بہادر کے سی ایس آئی۔

انگریزوں نے ان کی خدمات کا اور کوئی صلہ دیا ہو یا نہ دیا ہو، اتنا ضرور کیا کہ ہماری سہولت کی خاطر اُن کے نام کا خلاصہ نکال دیا۔ اب جس شخص سے ہماری لو لگی ہے۔ ہم اسے ایک ہی نام سے جانتے ہیں اور حال یہ ہے کہ ہمارے اسکول کے دنوں میں ایک بار یومِ سرسیّد منایا گیا اور لڑکوں سے کہا گیا کہ سرسیّد پر تقریریں تیار کر کے آئیں، چنانچہ ہمارے ایک ہم جماعت نے اپنی تقریر یوں شروع کی کہ ۷/اکتوبر سنہ ۱۸۱۷ء کو دلی کے ایک گھرانے میں لڑکا پیدا ہوا، ماں باپ نے اس کا نام سرسیّد رکھا۔

مغل دربار نے ان کے نام میں جو ادالدولہ عارف جنگ کا اضافہ کیا اور سرکار انگلیشیہ نے نام میں سر لگا کر ان کے رتبے کو بجا طور پر سربلند کیا اور نام کے آخر میں سی ایس آئی لگا کر سینے پر تمغہ آویزاں کیا۔

اس سی ایس آئی پر یاد آیا کہ جب سرسیّد کے بدخواہوں نے ''جو نرے جاہل تھے'' سنا کہ سرسیّد سی ایس آئی ہو گئے ہیں تو وہ بولے۔ لیجئے، سرسیّد عیسائی ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں کو اپنے مسلمان ہونے کی اتنی پروا نہیں تھی جتنی فکر سرسیّد کے کرسٹان ہونے کی تھی۔

سرسیّد کو قدرت نے جو توانائی عطا کی تھی اور جو ہاتھ پاؤں اور ڈیل ڈول دیا تھا، اسے دیکھ کر ان کے نانا خواجہ فرید نے کہا تھا کہ ہمارے گھر میں جاٹ پیدا ہوا ہے۔ جو رعب اور دبدبہ اُن کی شخصیت میں تھا وہ جاہ و جلال اُن کی آواز میں بھی تھا۔ نماز باجماعت کے دوران جب آمین کہتے تھے تو لڑکے دہل جاتے تھے اور آسمان سے ثم آمین کی صدا آتی ہو تو حیرت نہ ہو۔ اور جب کرنل گراہم کی لکھی ہوئی سوانح میں ان کی تصویر شائع ہوئی تو اسے دیکھ کر بمبئی گزٹ نے لکھا کہ تصویر کیا ہے گویا ایک شیر جیسی بارعب اور پُر ہیبت صورت کا بہادر اور دلیر انسان ہمارے سامنے کھڑا ہے۔ اسی پر شبلی نعمانی نے لکھا تھا:

صورت سے عیاں جلال شاہی
چہرے پہ فروغ صبح گاہی

اس تن و توش اور وضع قطع کے اندر جو شخصیت پروان چڑھ رہی تھی اُس کی آبیاری ایک بے حد ذہین، بہت باکردار اور نہایت باشعور ماں کر رہی تھی۔ بیٹے کی ایک ایک بات پر نگاہ رکھنا، برے بھلے کا فرق بتانا، اُٹھنے بیٹھنے کا سلیقہ سکھانا، توہمات سے محفوظ رکھنا اور سب سے بڑھ کر دردمندی کا بے پناہ شعور جگانا، یہ ایسی سوغات تھی، جو ماں نے جھولیاں بھر بھر کر عطا کی۔ سچ پوچھئے تو ماں یہ عنایات بیٹے پر نہیں بلکہ اس کے توسط سے ایک پوری قوم پر کر رہی تھی۔

کہتے ہیں کہ بیٹے کو ہر طرح کے کھیل کھیلنے کی اجازت تھی مگر ساتھ ہی سخت ہدایت تھی کہ کوئی کھیل چھپ کر نہ کھیلا جائے۔ کسی نے کیا اچھی بات کہی کہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی پوری زندگی ایک کھلی کتاب رہی، جو سوچا برملا کہا اور جو ارادہ کیا برسرِ عام اس پر عمل کیا۔

پڑھنے کا بے انتہا اشتیاق، لکھنے کی اس سے بڑھ کر دھن، اب جو عہدِ قدیم کی عمارتوں کا حال لکھنے چلے تو ایک ایک اینٹ پلٹ کر اور ایک ایک پتھر اُٹھا کر اس کے نیچے چھپی ہوئی ماضی کی عظمتوں کے راز ڈھونڈ نکالے۔ بھری دوپہروں میں پرانے کتبوں کے عکس اُتارتے پھرے۔ قطب مینار پر چڑھ گئے اور چھینکوں پر لٹک کر کتبے نقل کیے، اس وقت حال یہ تھا کہ نیچے کھڑے مولانا امام بخش خوف سے تھر تھر کانپا کرتے تھے۔

تاریخی کتابوں کی تدوین کی اور خطباتِ احمد یہ لکھنے اور چھاپنے کے لیے گھر کا سارا اثاثہ داؤ پر لگا کر انگلستان جا پہنچے۔ وہاں سے لوٹے تو یہ طے کر کے کیمبرج کی طرز کی یونیورسٹی کھولیں گے۔ خواب تو سب دیکھتے ہیں، ان کو سچ کر دکھانے کا ہنر ہمارے اس جیالے سیّد احمد خان ہی کو آتا تھا۔

اور وہ بھی ایسا سیّد احمد خاں کہ اٹھارہ سو ستاون کی بغاوت نے ان کے حوصلے بری طرح پست کر دیئے۔ کہا کرتے تھے کہ گھر لٹا، مال اسباب تلف ہوا مگر مجھے رنج اپنی قوم کی بربادی کا تھا، مجھے یقین نہ تھا کہ یہ قوم پھر پنپے گی۔ جو حال اس وقت قوم کا تھا وہ مجھ سے دیکھا نہیں جاتا تھا۔ آپ یقین کیجیے کہ اس غم نے مجھے بوڑھا کر دیا اور میرے بال سفید کر دیئے۔ بہت کم لوگ جانتے ہوں گے کہ اس مرحلے سے پہلے ان پر ایسی مایوسی طاری ہوئی کہ اُنہوں نے ہندوستان سے چلے جانے کا ارادہ کیا۔ وہ ہجرت پر آمادہ ہو گئے اور جانے سے پہلے پیش ہونے والے انعامات کو ٹھکرا کر جانا چاہتے تھے مگر پھر ان کے اندر کا ضیغم جاگا، حوصلہ طوفان بن کر اُمڈا، جرأت بیدار ہوئی اور اس کے بعد چالیس برسوں میں سرزمینِ ہند نے ایسا انقلاب برپا ہوتے دیکھا کہ جس قوم کے پنپنے کا امکان نہ تھا وہ اُٹھ بیٹھی اور جس پر بلا کی غنودگی طاری تھی، وہ بیدار ہوئی۔ اٹھارہ سو ستاون کی یورش کو کوئی بغاوت کا نام دیتا ہے اور کوئی جنگِ آزادی کا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ سپاہیوں کی غداری نہیں تھی۔ وہ ہمارے ایک تنہا سپاہی کی بیداری تھی جو پھر اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھا جب تک اس نے پوری قوم کو خوابِ غفلت سے جگا نہیں لیا۔

سرسیّد کے عزم اور حوصلے کا یہ کمال نہ تھا کہ اُنہوں نے اپنی منزل تک پہنچ کر دم لیا بلکہ کمال یہ تھا کہ اتنے بدخواہوں، گمراہوں، نابلد اور بے حوصلہ لوگوں کے جمِ غفیر کی کھڑی کی ہوئی فصیلوں کو گرا کر ان کے کھنڈروں پر اعلیٰ حوصلے اور عزم اور ہمت کی عمارت تعمیر کی۔

اس جہاد میں جب قدم اُٹھا دیا تو سیّد ایک بار بھی نہ تھکے، نہ ہمت ہارے اور نہ ماند پڑے۔ کبھی جھولی پھیلائے کالج کے لیے عطیہ مانگ رہے ہیں، کبھی وہاں لوگوں کی فرمائش پر چندے کی خاطر گانا گا رہے ہیں، کبھی بچوں سے کھیل رہے ہیں تو بچے پیچھے پڑے ہیں کہ داڑھی

اُٹھا کر دکھایئے ان کے پیچھے کیا ہے۔ کبھی قدیم دلی کے کھنڈروں میں بیٹھے اپنی تحقیق میں مگن ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ غازی بھڑ بھونجے کی دکان کی کیا خوبی ہے اور شاہ کلن کی ڈگڈگی اور رجی چھجی کی درگاہ کا کیا قصہ ہے۔ وہیں بیٹھے لوہے کی اس لاٹ کو دیکھ رہے ہیں جس کے پاس کچھ جوان عورتیں جمع ہیں اور لوگوں کی زبانی سن کر آئی ہیں کہ یہ لاٹ جس شخص کی کولی میں آ جائے وہ ماں باپ کی حلال اولاد ہے اور دیکھ رہے ہیں کہ وہ عورتیں ایک ایک کر کے لاٹ کے گرد بانہیں ڈال رہی ہیں۔ اتفاق سے اُن میں سے ایک عورت جو پستہ قد تھی، لاٹ کو کولی میں نہ لے سکی۔ سب نے اس کو چھیڑنا شروع کیا، یہاں تک کہ وہ رونے لگی۔ سیّد صاحب ایک طرف بیٹھے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ ایک عورت کو محسوس ہوا کہ یہ صاحب دیکھنے میں منصف لگتے ہیں، اس نے ان کے پاس آ کر پوچھا کہ کیوں صاحب! جس کی کولی میں یہ لاٹ نہ آوے کیا وہ حلال کا ہوتا ہے؟ دل میں بہت ہنسے یہ خوب منصفی کرنا پڑی اور ناچار یہ جواب دیا کہ جس کی عمر بیس برس سے زیادہ ہو، اس کی کولی اور پیمائش کا اعتبار کیا جاتا ہے اور تمہاری عمر تو بیس سال سے کم نظر آتی ہے۔ اس پر عورتیں ہنستی ہوئی چلی گئیں۔

اب سمجھ میں آتا ہے کہ منصفی کے امتحان میں اوّل کیوں آئے تھے۔ کیسا عظیم شخص تھا۔ کیسا بڑا کام کر گیا۔ مگر کوئی کیا کرے کہ حالات پھر اپنی ڈگر بدل رہے ہیں، زمانہ خود نہیں لوٹ رہا ہے، لوگ اسے پیچھے کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ مولوی نذیر احمد نے تو اسی وقت کہہ دیا تھا کہ:

اب اس کے بعد لشکر ہے مگر افسر نہیں کوئی
بھٹکتا پھر رہا ہے قافلہ رہبر نہیں کوئی

جی چاہتا ہے کہ ہاتھ اُٹھائیں اور فلاح کے لیے گڑگڑا کر دُعا مانگیں جس کے بعد سرسیّد کی آواز آئے۔ ''آمین!''

(بہ شکریہ 'پرواز'، لندن، اپریل ۲۰۰۸ء)